JOURNAL OF ISLAMIC AND RELIGIOUS

OPEN ACCESS
ISSN (Online):2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.jirs.uoh.edu.pk

JIRS, Vol.: 10, Issue: 2, July- Dec 2025,
DOI:10.36476/JIRS.10:2.12.2025.01 , PP:1-14

# اسلامی تاریخ کے معذور افراد کی خدمات کا تحقیقی جائزہ

# *Research Analysis of Services of Disabled Individuals in Islamic History*

***Saima Bibi***
*BS Student, Department of Islamic Studies,*
*Govt. Post Graduate College for Women, Haripur*
***Noor ul Eman***
*BS Student, Department of Islamic Studies,*
*Govt. Post Graduate College for Women, Haripur*
***Iqra Shafique***
*BS Student, Department of Islamic Studies,*
*Govt. Post Graduate College for Women, Haripur*

**Version of Record Online/Print**:
15-10-2025

**Accepted**:
02-10-2025

**Received**:
05-07-2025

## Abstract

*This research highlights the faith-based efforts and distinct attributes of particular companions (Sahabah) with disabilities, Followers (Tabi'in), Successors of the Followers (Taba' Tabi'in), and other individuals in Islamic history. Some of them were honoured through Qur'anic revelations, and the Prophet Muhammad (peace be upon him) also supported and praised them. These Companions, Tabi'in, Taba' Tabi'in, and others hold a prominent place in Islamic history due to their exemplary faith, dedication, and remarkable sacrifices for the sake of Islam. This study aims to shed light on their significance, religious efforts, and respected position in Islamic history. This paper reviews books that shed light on the contributions of individuals with disabilities and presents the services of each Companion, Follower, Successor, and other notable personalities separately. Their efforts are supported by historical events and their role in the early expansion of Islam.This research aims to provide a comprehensive reference in the field of Islamic studies. It will shed light on the contributions of those great historical figures who, despite their physical weaknesses, made every possible effort to uphold the word of truth to the best of their ability.*

***Keywords:*** *disabled companions, religious contributions, faith, determination, prophetic encouragement, Islamic scholarship, religious dedication, spiritual strength*

CC BY

# اسلامی تاریخ کے معذور افراد کی خدمات کا تحقیقی جائزہ

**صائمہ بی بی**
بی ایس، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین، ہری پور
**نور الایمان**
بی ایس، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین، ہری پور
**اقرا شفیق**
بی ایس، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین، ہری پور

**خلاصہ**

یہ تحقیقی مقالہ اسلامی تاریخ کے چند معذور صحابہؓ ،تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور دیگر افراد کی دینی خدمات اور خصوصیات کا تجزیہ پیش کرتا ہے جن کے بارے میں نہ صرف قرآن پاک میں آیات مبارکہ نازل ہوئیں بلکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی تلقین فرمائی ہے۔ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور دیگر افراد اسلامی تاریخ میں اپنی قوت ایمانی میں مثالی کردار اور اسلام کی راہ میں بے مثال قربانیوں کی بدولت نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اس مطالعہ کا مقصد ان لوگوں کی اہمیت، خدمات اور بلند مرتبے کو اجاگر کرنا ہے۔ اس مقالے میں ان کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے جو معذور افراد کی خدمات پر روشنی ڈالتی ہیں، اور ہر ایک صحابیؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور دیگر افراد کی خدمات کو الگ سے بیان کیا گیا ہے، جن کی تائید تاریخی واقعات اور اسلام کی ابتدائی توسیع میں ان کے کردار سے کی گئی ہے۔ یہ تحقیق اسلامی علوم کے میدان میں ایک جامع حوالہ فراہم کرنے کی کوشش ہے، اس سے تاریخ کی ان عظیم ہستیوں کی خدمات سامنے آئیں گی جنھوں نے اپنی جسمانی کمزوری کے باوجود کلمہ حق کو بلند کرنے کے لیے حتیٰ الامکان ہر طرح کی کوشش کی۔

**کلیدی کلمات:** معذور صحابہؓ، دینی خدمات، اسلامی قربانیاں، ایمانی قوت و عزم، نبوی ترغیب، جامع اسلامی تحقیق، دینی لگن، روحانی طاقت

## تعارف

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز، چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان، کسی نہ کسی مقصد کے تحت پیدا فرمائی ہے۔ انسان اپنی عقل، شعور اور فہم کی بدولت ان اشیاء کی حکمت و مقصدیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جب وہ اپنی محدود فہم کی وجہ سے کسی چیز کا مقصد سمجھنے سے قاصر رہتا ہے، تو وہ اُسے بے کار اور فضول سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَاخَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ"(سورۃ المؤمنون: 115)

"بھلا کیا تم یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے تمھیں یونہی نے مقصد پیدا کر دیا، اور
تمھیں واپس ہمارے پاس نہیں لایا جائے گا؟"

دینِ اسلام نے معذور افراد کی دیکھ بھال، دلجوئی اور بحالی کے منظّم پروگراموں کے ذریعے نہ صرف اُنہیں معاشرے کا باعزت حصہ بنایا، بلکہ انہیں معاشرے پر بوجھ بنے بغیر ایک مفید اور باعمل شہری کے طور پر اُبھارا۔ نتیجتاً، وہ بغیر کسی رکاوٹ یا احساسِ کمتری کے عام افراد کی طرح بھرپور زندگی گزارنے کے قابل ہو گئے۔ اس کے برعکس، آج کی ترقییافتہ اور مہذب کہلانے والی مغربی اقوام خصوصی افراد کے لیے کی جانے والی کوششوں کو اپنی ایجاد اور کارنامہ سمجھ کر دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔

## موضوعِ تحقیق کا بنیادی سوال

اسلامی تاریخ کے معذور افراد کی خدمات کیا ہیں؟

## منہج تحقیق

زیر تحقیق مقالہ میں بیانیہ منہج تحقیق کے تحت اسلامی تاریخ کے چند معذور افراد کی خدمات بیان کی گئی ہیں جن کا ذکر قرآن وسنت میں بھی موجود ہے۔

## سابقہ تحقیق کی روشنی میں جائزہ

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ معذور افراد کی دینی خدمات پر پہلے بھی محققین کی توجہ رہی ہے، اور اس حوالے سے کئی قیمتی علمی و تحقیقی کام سامنے آ چکے ہیں۔ "محمد عثمان خالد" کا مقالہ "تصور معذوریت قرآن وسنت کی روشنی میں" ایک اہم علمی حوالہ ہے، جس میں معذور افراد کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کو واضح اور دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح "امام ابنِ حجر عسقلانیؒ کی معروف تصنیف" "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" صحابہ کرامؓ کے حالاتِ زندگی پر ایک جامع کتاب ہے، جس میں کئی معذور صحابہؓ کی دینی خدمات کا ذکر بھی موجود ہے۔ "الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ" کی "سیر الصحابہ خلفائے راشدین" بھی اس موضوع پر ایک مفید کتاب ہے، جس میں خلفائے راشدین اور ان کے دور کے صحابہؓ کی خدمات کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔

ان تمام کتابوں میں اگرچہ صحابہؓ وتابعینؒ کی مجموعی دینی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے، تاہم موجودہ مقالہ اس حوالے سے منفرد ہے کہ اس میں صرف ان صحابہؓ وتابعینؒ کی دینی خدمات کو موضوع بنایا گیا ہے جو جسمانی معذوری کے باوجود دین کی خدمت میں پیش پیش رہے۔ مشہور مؤرخ "عزالدین بن اثیر الجزری" (ابوالحسن علی بن محمد) کی تصنیف "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ" اور "طالب الہاشمی" کی "آسمانِ ہدایت کے ستر ستارےؓ" میں بھی معذور صحابہ اکرامؓ کے مختلف کارناموں کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔

اسلام نے سب انسانوں کو برابر قرار دیا ہے، کسی کو رنگ، نسل، زبان یا جسمانی حالت کی بنیاد پر دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں۔ اسلام کے اسی اصولِ مساوات کی بہترین مثال ہمیں حضرت بلال ؓ کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ اگرچہ حضرت بلال ؓ جسمانی طور پر معذور نہیں تھے، مگر ان پر ہونے والا سماجی امتیاز اس بات کی مثال ھیکہ اسلام نے ہر قسم کی محرومی یا کمزوری کے باوجود انسان کو عزت ومقام دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشہ کے رہنے والے تھے اور مکہ میں غلامی کی زندگی گزار رہے تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا تو کفارِ مکہ، خصوصاً ابو جہل، ابو لہب اور امیہ بن خلف نے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے، مگر وہ تپتی ریت پر

لٹائے جانے اور سینے پر پتھر رکھے جانے کے باوجود "احد، احد" پکارتے رہے، یہ ساری تکالیف انھوں نے دین کی خاطر برداشت کیں، جس کی وجہ سے انھیں جسمانی کمزوری لاحق ہو گی تھی اس کے باوجود دین کی خدمت سر انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسلام کا پہلا مؤذن مقرر فرمایا۔ غزوہ بدر کے میدان میں انہوں نے اپنے سابق ظالم آقا، امیہ بن خلف کو انجام تک پہنچایا۔

اسی طرح حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے دینِ اسلام کے پیغام کو دشمنوں تک حق کے ساتھ پہنچانے کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمامہ کے جھوٹے مدعیِ نبوت، مسیلمہ کذاب کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ جب مسیلمہ نے ان سے پوچھا: "کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟" تو انہوں نے پورے یقین اور جرات کے ساتھ جواب دیا: "ہاں!" مسیلمہ نے جب اپنی نبوت کی تصدیق چاہی، تو حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے سختی سے انکار کر دیا۔ اس کے جواب میں مسیلمہ نے ان کے جسم کے اعضاء کو ایک ایک کر کے کاٹنا شروع کیا، مگر وہ ہر اذیت کے باوجود "نہیں" کہتے رہے، یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کر لیا۔ ان کی استقامت اور قربانی، ایمان کی وہ روشن مثال ہے جو معذوری، بیماری یا کسی بھی جسمانی کمزوری میں مبتلا افراد کے لیے حوصلے، ہمت اور صبر کا چراغ ہے۔[1]

حضرت معوّذ بن عفراء رضی اللہ عنہ، جو قبیلہ بنو خزرج کے ایک نوجوان اور بہادر انصاری تھے، نے غزوہ بدر کے میدان میں اپنی کم عمری کے باوجود بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو جہل کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ جنگ کے دوران حضرت معوّذ رضی اللہ عنہ نے بہادری سے ابو جہل پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اُن کا بازو کندھے سے کٹ گیا اور محض کھال کے ساتھ لٹکتا رہ گیا، انہوں نے اُسے خود روند کر جدا کیا تاکہ جنگ میں رکاوٹ نہ بنے، اور زخمی جسم کے ساتھ دوبارہ دشمن پر جھپٹ پڑے، یہاں تک کہ شہادت پا گئے۔[2]

یہ صحابۂ کرام ایمان، صبر، وفاداری اور قربانی کی ایسی روشن مثالیں ہیں جو رہتی دنیا تک اہلِ ایمان کیلئے مشعلِ راہ رہیں گی۔ اگرچہ انکا شمار ان معذور صحابہ میں نہیں ہوتا جنکی معذوری بہت واضح تھی، لیکن انکی ثابت قدمی اور قربانی ہر مومن کیلئے ایک عظیم سبق ھیکہ ایمان کے راستے میں کسی بھی قیمت پر سچائی کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اسکے علاوہ چند صحابہ کرامؓ جنھوں نے اپنی معذوری کے باوجود اسے معذوری جانے بغیر دینِ حق کیلئے اپنی جانیں قربان تو کر دیں لیکن کلمہ حق کو بلند کرنے سے پیچھے نہیں ہٹے۔

یہ مقالہ قرآن و سنت کی روشنی میں معذور افراد کی دینی و سماجی حیثیت، ان کی قربانیوں اور خدمات کو اجاگر کرنے کی ایک سنجیدہ کوشش ہے، تاکہ نہ صرف انکے کردار سے روشناس ہوا جائے بلکہ آج کے دور میں معذور افراد کی صلاحیتوں اور خدمات کو تسلیم کرنے کی حوصلہ افزائی بھی کی جاسکے۔

**معذوریت کا لغوی معنی:**

لفظ "معذوری" عربی زبان سے ماخوذ ہے، جس کا مادہ "عُذر" ہے۔ یہ "عَذَرَ یَعذِرُ" کے باب سے اسمِ مفعول ہے[3]، جس کا مطلب ہے "عذر رکھنے والا" یعنی ایسا شخص جو جسمانی، ذہنیا کسی اور مجبوری کی وجہ سے کوئی عمل انجام دینے سے قاصر ہو۔ لغوی طور پر "معذوری" کا مفہوم صرف جسمانیا ذہنی کمزوری تک محدود نہیں، بلکہ اس میں بیماری، سفر، اور دیگر اضطراری

حالات بھی شامل ہیں۔

**معذوریت کا اصطلاحی معنی:**

معذوریت ایک وسیع اور جامع اصطلاح ہے جو انسانی جسمانی، ذہنی، یا نفسیاتی کمزوریوں اور عوارض کو محیط ہے۔ یہ کیفیت انسان کی روزمرہ زندگی، فرائض اور سرگرمیوں کو متاثر کرتی ہے، کیونکہ معذوری کے باعث بعض افراد کو عام حالات میں دوسروں کے برابر کام کرنے یا فرائض انجام دینے میں دشواری کا سامنا ہوتا ہے

**معذوری سے کیا مراد ہے؟**

اسلامی فقہ میں وہ افراد جو کسی شرعی عذر — جیسے بیماری، سفر، معذوری، یا خواتین کے مخصوص حالات — کی وجہ سے بعض دینی احکام کی ادائیگی سے قاصر ہوں، انہیں "اہل الأعذار" کہا جاتا ہے۔ شریعت نے ان افراد کے لیے آسانی اور رعایت کے اصول وضع کیے ہیں تاکہ وہ دین پر عمل کرتے ہوئے کسی مشقت یا تنگی میں مبتلا نہ ہوں۔ اسلامی تاریخ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دینِ اسلام میں معذور افراد کو عام افراد کی طرح عزت، مقام اور خدمت کے مواقع دیے گئے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں کئی ایسے بزرگ شخصیات گزری ہیں جنہوں نے معذوری کے باوجود دین کی خدمت، علم کی اشاعت، اور جہاد جیسے عظیم میدانوں میں شاندار کردار ادا کیا۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت عمرو بن جموح ؓ

2۔ حضرت عبداللہ ابنِ اُم مکتومؓ

3۔ حضرت حبان بن منقذؓ

4۔ حضرت عتبان بن مالکؓ

5۔ حضرت عبد بن جحشؓ

6۔ عطا بن ابی رباحؒ

7۔ ابنِ مقلہؒ ؒ

8۔ امام زمخشریؒ

**1۔ حضرت عمرو بن جموحؓ:**

**تعارف:**

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے خاندان بنی سلمہ سے تعلق رکھتے تھے اور بنو سلمہ کے سردار تھے۔ ان کا مکمل نام عمرو بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ تھا۔ آپ 540ء کی دہائی میں حجاز میں پیدا ہوئے۔ جاہلیت کے دور میں وہ یثرب (مدینہ) کے معزز اور بااثر رہنما سمجھے جاتے تھے، اور اپنے قبیلے کے بت خانے کے متولی ہونے کے باعث مذہبی طور پر بھی خاص مقام رکھتے تھے۔ حضرت عمرو بن جموحؓ اپنی سخاوت، بہادری، اور قیادت کی صلاحیتوں کے باعث قبیلے میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ اگرچہ اسلام قبول کرنے میں وہ انصار میں نسبتاً آخر میں شامل ہوئے، لیکن قبولِ اسلام کے بعد انہوں نے اپنی زندگی دین کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی قیادت کی صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں جد بن قیس کے مقابلے میں قبیلے کا سربراہ مقرر فرمایا۔ حضرت عمرو بن جموحؓ مدینہ کے انصاری صحابی تھے اور

مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پھوپھا تھے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی اور اسلامی تاریخ میں ایک بہادر، مخلص اور قیادت سے بھرپور شخصیت کے طور پر اپنا نام روشن کیا۔ آپؓ کی وفات غزوہ احد کے موقع پر 17 شوال 3ھ (23 مارچ 625ء) میں ہوئی۔

**معذوری:**

حضرت عمرو بن جموحؓ پیدائشی طور پر ایک پاؤں سے لنگڑے تھے۔

**کارنامے:**

غزوۂ احد کا ایمان افروز واقعہ ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ، جو انصار میں سب سے آخر میں اسلام لانے والوں میں سے تھے، جہاد کے عظیم جذبے سے سرشار تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر صحابہ کرامؓ کو جہاد کی ترغیب دی، تو حضرت عمرو بن جموحؓ نے بھی شرکت کا پختہ ارادہ ظاہر کیا۔ تاہم اُن کے بیٹوں نے اُن کی معذوری کے پیشِ نظر انہیں اس سفر سے روک دیا، اور وہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن جب غزوۂ احد کا موقع آیا، تو حضرت عمرو بن جموحؓ نے دوبارہ جہاد میں شریک ہونے کا عزم ظاہر کیا۔ اس بار بھی اُن کے بیٹوں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنے ارادے سے پیچھے نہ ہٹے۔ چنانچہ وہ خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

> "اے رسول اللہ! میرے بیٹے جنگ میں جا سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں؟ میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر جہاد فرض نہیں، کیونکہ تم معذور ہو، اور یہ اللہ کی طرف سے تمہارے لیے ایک رعایت ہے۔ لیکن حضرت عمرو بن جموحؓ نے انتہائی خلوص و محبت سے اصرار کیا کہ وہ ضرور شریک ہونا چاہتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں شہادت کا رتبہ پا لیا۔[4]

**2۔ حضرت عبداللہ ابنِ اُم مکتومؓ:**

**تعارف:**

حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کے نام کے حوالے سے مختلف اقوال موجود ہیں۔ بعض مؤرخین ان کا نام "عبداللہ" بیان کرتے ہیں، جبکہ بعض "عمرو" کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ ان کے والد کا نام قیس تھا، اور "اُم مکتوم" ان کی والدہ کا لقب تھا، جو ان کی کنیت کے طور پر معروف ہوا، آپؓ مکہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابنِ اُم مکتومؓ کا اصلی نام عمرو بن قیس بن زائدہ تھا۔ آپ کا تعلق قریش کے بنو عامر قبیلے سے تھا۔ آپؓ کی وفات 636ء کو ہوئی۔

**حالاتِ زندگی:**

**1۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کی اہمیت:**

حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کی حیثیت دینِ اسلام میں بہت اہم تھی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن اُم مکتومؓ کو ہمیشہ عزت و احترام کا مقام دیا اور ان سے پوری توجہ اور شفقت کے ساتھ بات فرمائی۔ حضرت عبداللہ ابن اُم مکتومؓ جب بھی دین سے متعلق سوال کرتے، رسول اللہ ﷺ نہ صرف ان کے سوالات کا جواب دیتے بلکہ اسے تعلیم و تربیت اور حکمت کا ایک اہم

موقع سمجھتے۔ ان کے ساتھ نرمی، توجہ اور رہنمائی کا انداز رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کا ایک خوبصورت پہلو ہے۔

**2۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کی عزت واحترام:**

حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ، جو نابینا تھے، نبی کریم ﷺ کی نظر میں نہایت عزت و احترام کے مقام پر فائز تھے۔ ایک موقع پر جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دین سے متعلق سوالات کیے، تو آپ ﷺ نے نہایت توجہ اور شفقت سے ان کی بات سنی اور ان کی عزت افزائی فرمائی۔ بعد ازاں، نبی کریم ﷺ نے ان کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیے اور ان پر مکمل توجہ مرکوز رکھی۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے حسنِ اخلاق اور معذور افراد کے ساتھ ان کے مثالی سلوک کی روشن مثال ہے۔

**3۔ سورہ عبس اور نصیحت:**

سورہ عبس میں اہم تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ کی ہدایت اور نصیحت سب کے لیے یکساں ہے، اور جو چاہے وہ اسے قبول کر سکتا ہے۔ یہ سورت اور قرآن پاک کو بلند اور معزز صحیفے کہا گیا ہے جو فرشتوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں۔ اللہ کے پیغام کو یاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا انسان کے لیے فائدہ مند ہے۔

**معذوری:**

حضرت عبداللہ ابنِ اُم مکتومؓ پیدائشی طور پر نابینا تھے۔

**کارنامے:**

**1۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کی اذان:**

حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ رات کے وقت اذان دیتے تھے، حالانکہ ان کی بینائی متاثر تھی۔ ان کی اذان کا مقصد لوگوں کو سحری کے وقت اطلاع دینا تھا، تاکہ وہ روزہ رکھنے سے پہلے کھانا کھا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کی اذان کی فضیلت کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ اذان دیں تو سحری بند کر دی جائے اور روزے کا آغاز کیا جائے۔

**2۔ تبلیغ دین میں مساوات:**

اللہ کی ہدایت کسی فرد کی حیثیت، یا مالی حالت سے مشروط نہیں ہے۔ اسلام کی دعوت میں سب انسان برابر ہیں — امیر و غریب، آزاد و غلام، مرد و عورت، اور ہر عمر و طبقے کے افراد۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہدایت کا پیغام ہر دل تک پہنچے، بغیر کسی امتیاز کے، اور یہ اللہ کی مرضی پر منحصر ہے کہ کس کو ہدایت دے اور کس کو گمراہی میں چھوڑ دے۔[5]

**3۔ حضرت حبان بن منقذؓ:**

**تعارف:**

حضرت حبان بن منقذؓ، جن کا پورا نسب حبان بن منقذ بن عمرو بن عطیہ بن خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم مازن بن نجار ہے، ایک جلیل القدر انصاری صحابی تھے۔ ان کا تعلق مدینہ منورہ کے مشہور قبیلے خزرج سے تھا، جو انصار میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ حضرت حبانؓ کی پیدائش بھی مدینہ ہی میں ہوئی۔ آپؓ نے اسلام کی متعدد اہم غزوات میں شرکت کی، جن میں غزوۂ احد سمیت دیگر کئی جنگیں شامل ہیں۔ آپؓ نہ صرف میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہے بلکہ آپ کا کردار دینِ اسلام کی تقویت

میں نمایاں رہا۔ حضرت حبانؓ نے زینب صغری بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے نکاح کیا، جن سے آپ کے دو بیٹے پیدا ہوئے: یحییٰ بن حبان اور واسع بن حبان، جو بعد میں اسلامی علمی حلقوں میں معروف ہوئے۔ آپؓ کی وفات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔

**معذوری:**

حضرت حبانؓ کی زبان میں لکنت تھی، جس کی وجہ سے وہ بعض الفاظ کی درست ادائیگی میں دشواری محسوس کرتے تھے۔ ان کی اس کمزوری کو دیکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ نہایت شفقت اور حکمت کا معاملہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے انہیں خرید و فروخت کے وقت "لَا خِلَابَةَ" (یعنی: دھوکہ نہیں ہے) کہنے کی تلقین فرمائی، تاکہ ان کی معذوری کے باعث کوئی شخص ان سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔ یہ واقعہ اس بات کی روشن مثال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معذور افراد کے حقوق کی حفاظت کو نہایت اہمیت دی اور ان کے لیے معاشرتی اور معاشی میدان میں سہولتیں فراہم کیں۔

**کارنامہ:**

آپ نے اسلام کی خدمت میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور کئی معرکوں میں بہادری کے جوہر دکھائے۔ اسلام کی کئی اہم جنگوں میں شریک رہے، جن میں غزوہ بدر سمیت دیگر غزوات شامل ہیں۔ آپ کی معذوری کے باوجود آپ کا جذبہ، ایمان اور استقامت مثالی تھا۔ آپ نے اپنے وقت کے تمام اہم معرکوں میں شرکت کی اور اسلامی ریاست کے استحکام میں حصہ لیا۔[6]

**4۔ حضرت عتبان بن مالکؓ:**

**تعارف:**

حضرت عتبان بن مالکؓ، مشہور انصاری صحابی تھے، جن کا تعلق قبیلہ بنو سالم بن عوف سے تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے: عتبان بن مالک بن عمرو بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عمرو بن عوف بن خزرج۔ آپؓ قبیلہ سالم کے سردار تھے اور قُبا کے قریب آپ کا گھر واقع تھا۔ حضرت عتبانؓ کی پیدائش 593ء میں ہوئی۔ آپ ہجرت سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے تھے اور آپ کو حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ اخوت (بھائی چارے) کا شرف بھی حاصل تھا۔ آپؓ نے غزوہ بدر میں شرکت کی اور دیگر غزوات میں بھی شریک رہے۔ آپؓ کی وفات 52 ہجری میں ہوئی۔

**معذوری:**

حضرت عتبان بن مالکؓ کی بینائی چلی گئی تھی۔

**کارنامہ:**

حضرت عتبان بن مالکؓ مسجد بنی سالم کے امام تھے۔ آپؓ کی بینائی جاتی رہی تھی، جس کی وجہ سے انہیں مسجد تک آنے میں دشواری پیش آتی، خصوصاً اس لیے کہ ان کے گھر اور مسجد کے درمیان ایک وادی تھی، جو بارش کے موسم میں پانی سے بھر جاتی تھی۔ اس مشکل کے پیشِ نظر، حضرت عتبانؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان کے گھر تشریف لا کر وہاں نماز ادا فرمادیں تاکہ وہ جگہ مستقل نماز کی جگہ (سجدہ گاہ) بن جائے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بتائے ہوئے مقام پر دو رکعت نماز ادا فرمائی، جس کے بعد وہ جگہ نماز کے لیے مخصوص کر دی گئی۔ ایک موقع پر حضرت عتبانؓ نے اپنی نابینائی کی بنا پر اجازت چاہی کہ وہ گھر میں نماز ادا کر لیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا:

"کیا تم اذان سنتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "جی ہاں!"

تو آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر تمہیں مسجد آنا چاہیے۔" حضرت عتبانؓ آخر عمر تک مسجد کی امامت کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں 52 ہجری کو ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ مکمل نابینا ہو چکے تھے اور ضعیف العمری کی حالت میں تھے۔ [7]

**5۔ حضرت عبد بن جحشؓ:**

**تعارف:**

حضرت عبد بن جحشؓ کا نام "عبد" اور کنیت "ابو احمد" تھی۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے: عبد بن جحش بن رباب بن یعمر بن جبیر بن مرہ بن کثیر بن غنم بن ودان بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ آپ کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب تھیں، جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت عبد بن جحشؓ نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اسی طرح آپؓ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت رفاعہ بنت ابی سفیان بن حرب ان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت امیمہ بنت عبد المطلب بن ہاشم ان کی والدہ تھیں۔ آپؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں 20ھ کو وفات پائی۔

**معذوری:**

حضرت عبد بن جحشؓ ایک نابینا صحابی رسولؐ تھے۔

**کارنامہ:**

حضرت عبد بن جحشؓ ان ابتدائی افراد میں شامل تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دعوتِ اسلام کے ابتدائی دنوں ہی میں ایمان کی روشنی عطا فرمائی۔ وہ اپنے بھائیوں عبداللہ بن جحشؓ اور عبیداللہ بن جحش کے ساتھ دارِ ارقم میں نبی کریم ﷺ کی پناہ گزینی سے قبل ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد، انہوں نے بھی دیگر مہاجرین کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور ہجرت کے بعد مدینہ میں انہیں حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ کے گھر مہمان بنایا گیا۔ حضرت عبد بن جحشؓ کا شمار ان ابتدائی، مخلص اور قربانی دینے والے صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جنہوں نے دین کی خاطر نہ صرف اپنا وطن بلکہ اپنا سکون وآرام بھی قربان کر دیا۔ جب ابو سفیان بن حرب کو ان کی ہجرت کا علم ہوا تو وہ سخت غضبناک ہوا اور فوراً جا کر ان کا مکہ والا مکان بیچ دیا۔

ابنِ اسحاق کے بیان کے مطابق، حضرت ابو سلمہؓ کے بعد مہاجرین میں سب سے پہلے مدینہ منورہ آنے والے صحابہ کرامؓ میں حضرت عامر بن ربیعہؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ شامل تھے۔ یہ دونوں صحابہ ہجرتِ مدینہ کے آغاز میں اسلام کی سربلندی اور رسول اللہ ﷺ کی مدد کے جذبے سے سرشار ہو کر دار الہجرت کی طرف روانہ ہوئے، اور یوں انہوں نے مہاجرین میں پیش قدمی کا اعزاز حاصل کیا۔ حضرت عبداللہ اپنے بیوی بچوں اور اپنے بھائی حضرت ابو احمد کو بھی ساتھ لے کر آئے، حضرت ابو احمد نابینا تھے لیکن مکہ میں اوپر نیچے (ہر جگہ) بغیر کسی ساتھی کے چلتے پھرتے تھے اور وہ شاعری بھی کرتے تھے۔ [8]

**6۔ حضرت عطا بن ابی رباحؒ:**

**تعارف:**

حضرت عطاؒ کا اصل نام "عطا" اور کنیت "ابو رباح" تھی، جبکہ ان کے والد کا نام "اسلم" تھا۔ اسلم کو علمی حلقوں میں

امام، شیخ الاسلام، مفتی الحرم اور ابو محمد القرشی المکی کے القاب سے جانا جاتا ہے۔ بعض روایات کے مطابق ان کا تعلق قریش کی شاخ "بنی جمح" سے تھا۔ حضرت عطاؒ کی ولادت 647ء میں یمن کے مردم خیز علاقے "چند" میں ہوئی، جو خلافتِ عثمانؓ کے ابتدائی دور کا زمانہ تھا۔ بعد ازاں، آپ کی پرورش مکہ مکرمہ میں ہوئی، اور آپ آلِ میسرہ بن خثیم فہری کے غلام رہے۔

**معذوری:**

عطا سیاہ رنگ، ایک آنکھ سے نابینا، ناک سے معذور، ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ سے بھی محروم تھے، اور بعد میں مکمل طور پر بینائی کھو بیٹھے۔ اسکے باوجود، وہ ایک معتبر، گہرے فہم رکھنے والے فقیہ، جید عالم، اور کثرت سے حدیث روایت کرنے والے تھے۔

**کارنامے:**

عطا بن ابی رباح اپنے علم، فقہ، اور حدیث میں مہارت کی وجہ سے اسلامی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کے چند اہم کارنامے درج ذیل ہیں:

**1۔ فقہ و حدیث میں مہارت:**

انہوں نے بہت سے صحابہ سے علم حاصل کیا، خاص طور پر حضرت ابن عباسؓ کے خاص شاگرد تھے، اور ان کی روایات صحاح ستہ سمیت کئی کتب میں درج ہیں۔ انہوں نے عبید بن عمیر، یوسف بن ماہک، مجاہد اور دیگر سے بھی حدیث نقل کی۔ یہاں تک کہ ان کی روایات ابو الزبیر المکی، عبد الکریم ابو امیہ البصری تک بھی پہنچی۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام ہانیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت حکیم بن حزامؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت زید بن خالد الجہنیؓ، حضرت صفوان بن امیہؓ، حضرت ابن الزبیرؓ، حضرت عبد اللہ بن عمروؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت ابو سعیدؓ اور کئی دیگر صحابہ سے حدیث سنی۔

حضرت ابن وہبؒ نے مالکؒ سے نقل کیا کہ حضرت عمرو بن دینارؒ، مجاہد اور اہل مکہ کے دیگر علما اس بات پر متفق تھے کہ جب حضرت عطا بن ابو رباحؒ مدینہ سے واپس آئے تو اس کا علم ان کے سامنے واضح ہوا۔ ابو حازم الاعرج نے کہا: حضرت عطاؒ نے اہل مکہ کو فتویٰ دینے میں سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ وہ تابعین میں شامل تھے اور مکہ مکرمہ کے جلیل القدر فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے فتاویٰ اور آراء کو امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اور دیگر بڑے علماء نے سراہا۔

**2۔ علمی وراثت:**

انہوں نے مکہ مکرمہ میں درس و تدریس کے ذریعے ایک پوری نسل کو فقہ اور حدیث کی تعلیم دی، اور ان کے شاگردوں نے آگے جا کر اسلامی علوم کو فروغ دیا۔ ابراہیم بن عمر بن کیسان نے نقل کیا کہ بنو امیہ کے دور میں جب حج کے دوران ایک منادی کرنے والے کی آواز آتی تھی کہ **"عطا بن ابو رباح کے علاوہ کسی سے فتویٰ نہ لو،"** تو اگر عطا نہ ہو، تو عبد اللہ بن ابو نجیح سے فتویٰ لیا جاتا۔ ان کی خدمات اور علمی مقام کی وجہ سے انہیں **"مکہ کے مفتی"** کے طور پر جانا جاتا تھا۔[9]

**7۔ حضرت ابنِ مقلہؒ:**

**تعارف:**

ابنِ مقلہ کا اصل نام ابو علی محمد بن علی بن الحسین بن مقلہؒ تھا۔ آپ 272 ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے، اور آپ کا

تعلق عباسی خلافت کے دورِ زریں سے تھا۔ "مقلہ" دراصل آپ کی پر دادی کا نام تھا۔ بچپن میں جب وہ نہایت عزیز اور لاڈلے تھے، تو ان کے والد انہیں محبت سے "مقلۃ ابیہا" (یعنی "باپ کی آنکھ کا نور") کہہ کر بلاتے تھے۔ یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ ان کی پہچان ہی "مقلہ" سے ہو گئی، اور ان کی نسل کو "ابنِ مقلہ" کے لقب سے جانا جانے لگا۔ ابنِ مقلہؒ نے 328 ہجری میں وفات پائی۔ ابتدا میں آپ کی تدفین "مقبرۂ سلطانی" میں کی گئی، لیکن کچھ وقت بعد، ان کے بیٹے ابوالحسین نے خلیفہ سے اجازت لے کر اپنے والد کی میت وہاں سے نکلوائی اور انہیں اپنے گھر میں دفن کر دیا۔ تاہم، بعد میں ابنِ مقلہ کی ایک آزاد کردہ کنیز دیناریہ نے ان کی میت کو وہاں سے منتقل کروایا اور انہیں "قصرِ اُمِ حبیب" میں دفن کر دیا، جو ان کا ذاتی محل تھا۔

**حالاتِ زندگی:**

ابنِ مقلہؒ فقہ، تفسیر، قرات اور ادبیات میں بھی ماہر تھے، وہ شعر لکھنے کے ساتھ ساتھ انشاء مراسلت "خط لکھنے یا خط و کتابت" میں بھی ماہر تھے۔ ابتدائی زندگی میں ابنِ مقلہ ایران کے کسی علاقے میں دفترِ مال (دیوان) میں محض چھ دینار ماہانہ مشاہرے پر ملازم تھے۔ بعد ازاں، انہوں نے ابوالحسن ابنِ فرات کی ملازمت اختیار کی، جو اس وقت ایک بااثر حکومتی شخصیت تھے، اور اسی نسبت سے بغداد منتقل ہو گئے۔ یہی تبدیلی ان کی زندگی کا رخ بدلنے کا سبب بنی، اور وہ آگے چل کر عباسی سلطنت کے اہم ترین مناصب پر فائز ہوئے، جہاں اس کی صلاحیتوں اور محنت کو بھرپور سراہا گیا۔

**معذوری:**

سیاسی مخالفین، خاص طور پر ابن رائق کی سازش سے خلیفہ کے مزاج پر اثر پڑا اور نتیجتاً انھیں قید کروا دیا گیا۔ قید میں ڈالتے ہوئے اس کے پہلے ہاتھ اور پھر زبان کاٹ دی گئی۔ بالآخر انھیں بے دردی سے قتل کرادیا گیا۔ اس المناک واقعے کے بعد، ہاتھ کٹنے کے فوراً بعد اس نے افسوسناک لہجے میں کہا:

"جس ہاتھ سے ابنِ مقلہ نے تین خلفاء کی خدمت انجام دی، اور دو بار پورا قرآن مجید تحریر کیا، اسی ہاتھ کو چور کی طرح کاٹ دیا گیا!"

لیکن ظلم کے یہ زخم ان کے فن اور حوصلے کو ماند نہ کر سکے۔ ابنِ مقلہ وہ عظیم فنکار تھے جنہوں نے فنِ خطاطی کو باقاعدہ اصول و ضوابط عطا کیے اور خطِ نسخ کو ایسا جلا بخشی کہ وہ آج تک زندہ ہے۔ جب ہاتھ کاٹ دیا گیا تو بھی ہمت نہ ہاری کلائی پر قلم باندھ کر لکھتے رہے، اور فن کی دنیا میں ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔ ان کی عظمت کا یہ باب صرف خطاطی ہی نہیں، بلکہ صبر، استقامت اور فن سے عشق کی روشن علامت ہے۔

**کارنامہ:**

عربی رسم الخط کا سب سے مشہور انداز "خط نسخ" ہے، جسے وزیر ابن مقلہ نے مرتب کیا۔ ابتدا میں اسے "بدیع" کہا گیا کیونکہ یہ نیا اور خوبصورت تھا، جبکہ اس وقت کے مورخین نے اسے "خطِ منسوب" کے نام سے یاد کیا کیونکہ اس میں حروف اور کلمات کے تناسب کا خاص خیال رکھا گیا۔ تاہم، اس کا سب سے معروف نام "خط نسخ" ہی رہا۔ یہ کتابت اور نقل کے لیے سب سے آسان اور واضح خط تھا، اسی لیے اسے "وضاح" بھی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ عمومی طور پر ابن مقلہ کو اس خط کا موجد سمجھا جاتا ہے، تاہم جدید تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگرچہ ابنِ مقلہ نے خطِ نسخ کو باقاعدہ اصولوں کے تحت ترتیب دے کر ایک نیا معیار عطا کیا، لیکن اس طرزِ تحریر سے ملتی جلتی شکلیں پہلی صدی ہجری میں بھی موجود تھیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خطِ نسخ کی

بنیادیں ابتدائی اسلامی دور ہی میں رکھی جا چکی تھیں، جنہیں ابنِ مقلہ نے نکھار کر فنِ خطاطی میں ایک منفرد مقام عطا کیا۔ اس لیے یہ نظریہ کہ خط نسخ تیسری صدی ہجری میں ایجاد ہوا، اب زیادہ قابل قبول نہیں رہا۔

عربی خطاطی ابتدا میں بسط (سیدھی لکیروں) اور استدار (گولائی) کے امتزاج پر مبنی تھی، مگر اموی اور عباسی ادوار میں "خط کوفی" کو زیادہ فروغ ملا، جبکہ گولائی والے خطوط کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ ابن مقلہ نے تمام مروجہ خطوط کو مدون اور منظّم کیا اور خطِ متدیر (جس سے بعد میں خط نسخ ابھرا) کو ایک نیا انداز دیا، جس کے بعد "خط نسخ" کو حقیقی پہچان ملی اور آج تک اس کی شہرت برقرار ہے۔ ابنِ مقلہ کے بارے میں روایت ہے کہ روم و عرب کی ایک جنگ کے بعد، صلح کی ایک دستاویز تحریر کی گئی، جسے خود ابنِ مقلہ نے اپنے قلم سے لکھا۔ یہ صلح نامہ نہ صرف سیاسی حکمت اور سفارتی مہارت کا مظہر تھا، بلکہ اس کی خوبصورت خطاطی نے بھی اسے یادگار بنا دیا۔ اس واقعے سے ابنِ مقلہ کی علمی، ادبی اور فنّی عظمت کا ایک اور پہلو سامنے آتا ہے۔ یہ شاہکار تحریر اتنی حسین تھی کہ اسے مدّتوں شہنشاہِ روم کے خزانے میں محفوظ رکھا گیا، جس سے اس کی ادبی و فنی مہارت کا ثبوت ملتا ہے۔

**سیاسی سفر و خدمات:**

وہ ایک خاص اور مختلف سیاسی شخصیت کے مالک تھے، جنکا سفر درج ذیل ہے:

**1۔ وزارت کا آغاز:**

۳۱۶ھ میں خلیفہ مقتدر باللہ کے دور میں وزیر مقرر ہوا اور تین سال تک اس منصب پر فائز رہا، مگر بعد میں معزول کر دیا گیا۔

**2۔ دوبارہ وزارت اور محلاتی سازشیں:**

جب خلیفہ قاہر باللہ (۳۲۰-۳۲۲ھ) تخت نشین ہوئے تو اس کی خدمات کو سراہتے ہوئے اسے وزیرِ قلمدان مقرر کر دیا گیا، لیکن محلاتی سازشوں کی بنا پر اسے دوبارہ وزارت سے ہٹا دیا گیا۔

**3۔ تیسری بار وزارت:**

خلیفہ راضی باللہ (۳۲۹-۳۲۲ھ) کے دور میں اسے دوبارہ وزیر بنایا گیا، مگر جلد ہی اس کے ساتھ اختلافات پیدا ہونے لگے۔[10]

**8۔ حضرت امام زمخشریؒ:**

**تعارف:**

امام زمخشریؒ کا پورا نام "ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد بن احمد زمخشری" تھا۔ امام زمخشری کی ولادت 27 رجب المرجب 468 ہجری، بدھ کے روز، زمخشر میں ہوئی۔ زمخشری خوارزم (موجودہ ازبکستان) کے ایک گاؤں "زمخشر" سے نسبت رکھتے تھے، جو خوارزم کے قریبی گاؤں میں سے ایک تھا اور بعد میں ترقی پا کر ایک بڑا قصبہ بن گیا۔ امام زمخشری کی وفات " 538 ہجری" میں ہوئی۔

**معذوری:**

امام زمخشری کی ٹانگ بچپن میں ہی ایک حادثے کے باعث کاٹی گئی تھی۔ باوجود اس کے، وہ علمی میدان میں بے حد

فعال رہے۔

**کارنامہ:**

بچپن میں ہی امام زمخشری علم کی جستجو میں بخارا چلے گئے۔ دورانِ تعلیم ایک حادثے کے باعث ان کی ایک ٹانگ کاٹی گئی، اس حادثے کے باوجود، انہوں نے علمی میدان میں بے مثال مقام حاصل کیا۔ امام زمخشریؒ نے اپنے علمی سفر کے دوران بخارا، خراسان، عراق اور مکہ مکرمہ کا سفر کیا، جہاں انہوں نے ان علاقوں کے جلیل القدر علماء و فقہاء سے علم حاصل کیا۔ خصوصاً مکہ مکرمہ میں انہوں نے طویل قیام فرمایا، جس دوران وہ نہ صرف علم حاصل کرتے رہے بلکہ تدریس اور تصنیف میں بھی مصروف رہے، اور یہی قیام ان کی علمی زندگی کا ایک روشن باب بن گیا۔ اور "جار اللہ" (اللہ کا پڑوسی) کا لقب پایا۔ وہ تفسیر، لغت اور ادب میں ماہر تھے۔انکی سب سے مشہور تصنیف "الکشاف عن حقائق التنزیل"، جوایک تفسیرِ قرآن ہے۔ انکی دیگر علمی خدمات میں عربی لغت، گرامر، ادب اور فقہ میں نمایاں کام شامل ہے۔ وہ فقہ حنفی سے بھی تعلق رکھتے تھے اور اپنے وقت کے جید علما میں شمار ہوتے تھے۔[11]

**نتائج:**

1۔ حضرت عمرو بن جموحؓ ایک صحابی رسولؐ ہیں جو پیدائشی طور پر لنگڑے تھے، آپؓ نے غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمائی۔

2۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ ایک صحابی رسولؐ ہیں جو پیدائشی طور پر نابینا تھے، آپؓ اذان دینے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

3۔ حضرت حبان بن منقذؓ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ آپؓ کی زبان میں لکنت کا عارضہ لاحق تھا، جس کے باعث بات چیت میں دشواری کا سامنا کرتے تھے۔اس کے علاوہ آپؓ غزوہ بدر سمیت کئی معرکوں میں شریک رہے۔

4۔ حضرت عتبان بن مالکؓ ایک صحابی رسولؐ ہیں، آپؓ بینائی سے محروم ہونے کے باوجود مسجد بنی سالم میں امامت کرتے رہے۔

5۔ حضرت عبد بن جحشؓ ایک صحابی رسولؐ ہیں، آپؓ ایک نابینا صحابی تھے۔ آپؓ دین کی سربلندی کی خاطر مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور آپؓ شاعری بھی کرتے تھے۔

6۔ عطا بن ابی رباحؒ ایک تابعی ہیں، آپؒ سیاہ رنگ، ایک آنکھ سے نابینا، ناک سے معذور، ایک ہاتھ اور ٹانگ سے معذور تھے اس کے باوجود وہ ایک معتبر، گہرے فہم رکھنے والے فقیہ، جید عالم اور کثرت سے حدیث روایت کرنے والے تھے۔

7۔ ابن مقلہؒ ایک مشہور خطاط تھے، ابنِ رائق نے آپ کا ایک ہاتھ اور زبان کاٹ دیا لیکن اس کے باوجود آپؒ قلم اپنی کلائی پر باندھ کر خطاطی کیا کرتے تھے، خطِ نسخ آپ ہی کا رائج کیا ہوا خط ہے۔

8۔امام زمخشریؒ کی بچپن کے ایک حادثہ کے باعث ٹانگ کاٹ دی گئی، آپ نے "الکشاف عن حقائق التنزیل" کو مرتب کیا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

**حوالہ جات (References)**

[1] Ibn al-Athir, Ali ibn Muhammad, *Usad al-Ghabah fi Ma'rifat al-Sahabah*, Trans. Abdul Shakoor Farooqi & Ghulam Rabbani Aziz, (Lahore, Maktabah Rahmaniyyah, 2006), p. 306-309.

ابن الاثیر، علی بن محمد، اُسدالغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، مترجم: عبدالشکور فاروقی اور غلام ربانی عزیز، (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۳۰۶ــ۳۰۹

[2] Talib al-Hashmi, *The Seventy Stars of the Sky of Guidance*, (Lahore: Al-Badr Publications, 1988), p. 448.

طالب الہاشمی، آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے، (لاہور، البدر پبلیکیشنز، ۱۹۸۸ء)، ص ۴۴۸۔

[3]Mukhtar Ahmad Mukhtar & Abdul Hamid Umar, *Mujam al-Lughah al-Arabiyyah al-Muasirah* (Beirut: Alam al-Kutub, 1429AH), 2: 1474.

مختار احمد مختار عبدالحمید عمر، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۲۹ھ، ج ۲، ص ۱۴۷۴۔

[4] Imam Ibn Hajar Asqalani, *Al-Isabah fi Tamyiz al-Sahabah*, Trans. Muhammad Aam Shehzad Alvi, (Lahore: Maktabah Rahmaniyyah, 2011), p. 171.

امام ابن حجر عسقلانیؒ، مترجم مولانا محمد عام شہزاد علویؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہ (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۱۱ء) ص ۱۷۱۔

[5] Ibn Kathir, Abu al Fida, *Tafsir Ibn Kathir*, Trans. Muhammad Junagarhi, (Faisalabad: Maktabah Qudusiyyah, 2006), p. 680-685.

حافظ عمادالدین ابوالفدا ابنِ کثیر، مترجم خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی، تفسیر ابنِ کثیر (فیصل آباد، مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۶۸۰-۶۸۵۔

[6] Izz al-Din ibn al-Athir Abi al-Hasan 'Ali ibn Muhammad al-Jazari (RA), translated by Maulana Muhammad Abdul Shakoor Farooqi Lakhnawi (RA) and Ghulam Rabbani Aziz (RA) Usud al-Ghabah fi Ma'rifat al-Sahabah (Lahore: Maktabah al-Rahmaniyyah, 2006), p. 502.

ابن الاثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ص ۵۰۲

[7] Shah Muinuddin Nadwi, *Siyar al-Sahabah*, (Karachi: Dar al-Isha'at, 2004), p. 545.

شاہ معین الدین ندوی، سیر الصحابہؓ (کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء) ص ۵۴۵۔

[8] Muhammad Yusuf Kandhlawi, *Hayaat-us-Sahaabah*, Trans. Muhammad Ehsan-ul-Haq, (Lahore: Shama Book Agency, 1992), p. 449 – 450.

محمد یوسف کاندھلوی، حیاۃ الصّحابہؓ، مترجم محمد احسان الحق، (لاہور، شمع بک ایجنسی، ۱۹۹۲ء) ص ۴۵۰-۴۴۹۔

[9] Shah Muinuddin Nadwi, *Siyar al-Sahabah*, , p. 223 – 227.

الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم، سیر الصحابہ خلفائے راشدین (کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء) ص ۲۲۷-۲۲۳۔

[10] Syed Muhammad Saleem, *Tarīkh-e-Khatt-o-Khattatīn*, (Karachi, Zawar Academy, 2001), p. 111–115.

پروفیسر سید محمد سلیمؒ، تاریخ خط وخطاطین (کراچی، زوار اکیڈمی، ۲۰۰۱ء)، ص ۱۱۵-۱۱۱۔

[11] Al-Zamakhshari, Mahmood ibn Umar, *Tafsīr al-Kashshāf*, Trans. Khalil Mamoon Shiha, (Dar al-Ma'rifah, Lebanon, 2009), p. 7 – 10.

الزمخشری، محمود بن عمر، مترجم خلیل مامون شیحا، تفسیر الکشاف، (دارالمعرفۃ، لبنان، ۲۰۰۹ء) ص ۱۰-۷۔